بلدیاتی نظام اور فقہِ اسلامی

پروفیسر لبیب السعید، قاہرہ، مصر

اسلام بنیادی ضروریاتِ زندگی کا ضامن ہے:

غذا، لباس اور مکان انسان کی وہ بنیادی ضروریاتِ زندگی ہیں، جن پر انسانی زندگی کے قیام و بقاء کا دارومدار ہے، جس طرح کسی انسانی معاشرے کے سعید ہونے کا معیار یہ ہے کہ اس میں کوئی فرد بنیادی ضروریات سے محروم نہ ہو، اسی طرح معاشرے کے فاسد اور شقی ہونے کا پیمانہ یہ ہے کہ اس کے کچھ افراد اور اس کی عمارت کے کچھ اجزاء حوائجِ حیات سے تہی دست ہوں اور کوئی ان کا ضامن یا پرسانِ حال نہ ہو۔ اسلام معاشرتی انصاف کے جن اصولوں کا علمبردار ہے، ان میں سرِفہرست یہ اصول ہے کہ وہ انسان کو بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کی ضمانت دیتا ہے۔ اس فراہمی کے لئے وہ دو ذریعے اختیار کرتا ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنی برتر اخلاقی تعلیم اور پاکیزہ اجتماعی ماحول کی مدد سے عام شہریوں کے اندر یہ ذوق پروان چڑھاتا ہے کہ ان میں سے جو لوگ صاحبِ ثروت اور کشادہ دست ہوں وہ اپنے غریب اور نادار بھائیوں، حاجت مند رشتہ داروں اور بستی کے بے سہارا افراد کو حوائجِ زندگی سے محروم نہ رہنے دیں۔ اسلام کی ہدایت ہے کہ: وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (مالدار لوگوں کے مالوں میں سائل اور نادار کا حق ہے) (الذاریات: ۱۹) اور من کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته۔ (جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت برآری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت برآری کرتا ہے)۔ اور دوسری طرف اسلام حکومت کے فرائض میں یہ بنیادی ذمہ داری شامل کرتا ہے کہ وہ ملک کے اغنیاء اور مال دار لوگوں سے زکوٰۃ و عشر وصول کر کے ملک کے حاجتمندوں اور مساکین و فقراء کی کفالت کا انتظام کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: خذ من اغنیاء هم وتردد الٰی فقراء هم (ریاست کے مالداروں سے لو اور فقراء اور ناداروں کو دو)۔ یہ ارشاد اسلامی حکومت کا شعار ہے۔ جس کی تعمیل از روئے دستور اس پر عائد ہوتی ہے۔ حاجتمند افراد کی کفالت کا دائرہ صرف روٹی اور کپڑا مہیا کر دینے تک محدود نہیں ہے، بلکہ ان کے لئے رہائشی مکانات کی فراہمی بھی اسی دائرے میں داخل ہے۔ ان مکانات کی نوعیت علامہ ابنِ حزم

ظاہری رحمہ اللہ کے الفاظ میں یہ ہے:

تکنهم من المطر و الصيف والشمس و عيون المارّة۔(۱)

یہ مکانات ایسے ہونے چاہئیں جو رہنے والوں کو بارش، گرمی اور دھوپ سے اور گزرنے والوں کی نگاہوں سے چھپائے رکھیں۔

مکانات کی فراہمی حکومت کے بنیادی فرائض میں سے ہے:

علاوہ ازیں عام شہریوں کو مکانات کی قلت سے بچانا اور اس بارے میں انھیں ہر ممکن سہولت بہم پہنچانا ایک ایسا تمدنی و معاشرتی فریضہ ہے جسے اسلامی حکومت محض ہنگامی حالات کے دباؤ سے سرانجام نہیں دیتی، بلکہ اس کا ملکی قانون مستقل طور پر اسے اپنے پیش نظر رکھتا ہے۔ امام راغب اصفہانی نے صدرِ حکومت کے دو فرائض بیان کئے ہیں۔ ان میں ایک سیاسۃ الناس (ملک کا سیاسی انتظام) ہے اور دوسرا عمارۃ الارض (تعمیر ملک)۔ عمارۃ الارض کی تشریح میں امام موصوف لکھتے ہیں کہ اس سے مراد ملک میں تمدن کے تقاضوں کی رعایت، زراعت کی توسیع، شاداب درختوں اور چمن زاروں کی آبیاری، شہروں کا قیام، آبادیوں اور مکانوں کی تعمیر و توفیر اور معاشی اصلاح و خوش حالی ہے۔(۲) اسی مقصد کے پیش نظر فقہائے اسلام نے ازروئے شریعت یہ فتویٰ دے رکھا ہے کہ ''کسی مالکِ مکان کو اپنا مکان منہدم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر اس کے انہدام سے اہلِ محلّہ کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہو (الا یہ کہ وہ اسے ازسرِ نو بنانا چاہتا ہو)۔(۳)

شریعت اسلامی میں طہارت و حفظانِ صحت کی اہمیت:

عامۃ الناس کو سکونتی ضرورت کو پورا کرنے کے ساتھ شریعتِ اسلامی تعمیر مکانات اور آبادیوں کو نقشہ بندی میں حفظانِ صحت کے اصول کو بھی مدنظر رکھتی ہے۔ یہ اصول طہارت و نظافت اور حفاظتِ جان و مال کے ان احکام و تعلیمات سے ماخوذ ہیں جن کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر ہدایت فرمائی ہے۔ خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو آغازِ نبوت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنے کپڑے پاک کر لے) (المدثر: ۴) دوسرے مقام پر اللہ

۱۔ المحلی، ج ۶، ص ۱۵۶۔ ۲۔ الذریعہ الی مکارم الشریعۃ، باب ۱۰، ص ۱۹۔

۳۔ فتاویٰ الفقریہ، ج ۱، ص ۳۶۶۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے) ارشادِ نبوی ہے: الطھور شطر الایمان (پاکیزگی نصف ایمان ہے) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ہمعات'' میں معتدل اور متوازن معاشرے کی خصلتیں گنواتے ہوئے ایک خصلت ''طہارت'' بیان فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں:

''مسلم معاشرے کی ایک خصلت طہارت ہے، اس کی حقیقت اور اس کی طرف میلان سلیم الفطرت انسان کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔ یہاں یہ گمان نہ کر لینا چاہئے کہ طہارت سے مراد وضو و غسل ہے، بلکہ طہارت کا اصل مقصد وضو اور غسل کی روح اور اس کا نور ہے۔ جب آدمی نجاستوں میں آلودہ ہو، میل کچیل سے ملوث ہو، بول و براز کا دباؤ ہو، تو لازماً وہ انقباض اور حزن میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور جب ماحول کو ستھرا رکھے گا، غسل کرے گا اور صاف لباس زیب تن کرے گا، تو اسے اپنے نفس میں انشراح اور سرور محسوس ہوگا۔ حاصل کلام یہ کہ طہارت ایک وجدانی کیفیت ہے جو نور سے تعبیر کی جاسکتی ہے۔ (اور اس وجدانی کیفیت میں جو باتیں خلل انداز ہوں ان سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے)۔''

تعمیر مکان میں اصولِ حفظانِ صحت کا لحاظ:

طہارت اور پاکیزگی کا حکم صرف جسم اور لباس کے لئے ہی نہیں ہے، بلکہ ماحول اور مکان میں بھی اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جانا چاہئے، چنانچہ اس نقطۂ نظر سے مکانوں اور بستیوں کی تخطیط (پلاننگ) اور وضع و ساخت میں جن امور کا لحاظ ضروری ہے، ان کے متعلق علامہ ابنِ خلدون تصریح کرتے ہیں:

شہروں اور آبادیوں کی تعمیر و ساخت کے بارے میں سب سے پہلے جس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ تازہ اور پاک ہوا ہے، تاکہ لوگ بیماریوں اور آفات سے محفوظ رہیں۔ اگر تازہ ہوا کا گزر اور گندی ہوا کا نکاس نہ ہو اور مکان کے اندر تعفن پیدا ہو جائے، یا آبادی گندے جوہڑوں، بدبودار چشموں اور سڑے ہوئے کھیتوں کے پاس ہو اور گندی ہوا مکانوں میں داخل ہوتی رہے، تو ان مکانوں میں رہنے والے لوگ

یقیناً طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں گے جن شہروں اور بستیوں میں تازہ ہوا کے حصول کا اہتمام نہیں کیا جاتا وہ اکثر امراض و آلام کی زد میں رہتی ہیں۔"(۱)

آگے چل کر علامہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ اگر کسی بستی کو رفاہِ عامہ کے ضمن میں پانی کا قرب اور مویشیوں کے لئے عمدہ چراگاہیں حاصل ہیں تو وہ بستی لازماً تکالیف و آفات سے نجات پائے گی اور آرام اور مناع سے بہرہ مند ہوگی۔(۲)

اسلامی تاریخ میں حفظانِ صحت اور رفاہِ عامہ کا اہتمام:

تاریخ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم سوسائٹی نے سکونت گاہوں اور آبادیوں کی تعمیر میں اسلامی روح کے تقاضے کے مطابق طہارت و نظافت اور حفظانِ صحت کی تدابیر پر بالالتزام عمل کیا ہے، بلکہ بعض جگہ طبعی حالات کی مساعدت سے مسلمانوں نے اس سلسلے میں حیرت انگیز اہتمام اور ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ حفظانِ صحت کی تدابیر میں صاف اور نظیف پانی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مسلم سوسائٹی نے اس کی اہمیت کو جس پیمانے سے ناپا ہے اس کا اندازہ ہم اس بات سے کر سکتے ہیں کہ اموی دور میں دمشق میں ہر گھر کے اندر نہر بردی کا پانی پہنچتا تھا۔ مرحوم امیر علی نے مسلمانوں کے اس اہتمام و انصرام پر انگشت بدنداں ہو کر لکھا ہے:

"نہر بردی (۳) اگرچہ شہر کو فراوانی سے پانی مہیا کرتی تھی، مگر اس کے باوجود اہلِ شہر نے عدیم المثال ذوق کا مظاہرہ کیا کہ ہر گھر کے اندر پانی کے ٹینک بنا دیئے جن سے نہایت صاف و شفاف پانی نکلتا تھا۔ بردی سے سات نہریں نکالیں جو شہر کے مختلف گوشوں میں بہتی تھیں اور بکثرت کاریزیں ان میں سے نکل کر گھروں کے اندر بنے ہوئے ٹینکوں میں پانی پہنچاتی تھیں۔(۴)

ایرانی سیاح ناصر خسرو (~~۱۰۰۳~~ھ - ~~۱۰۶۰~~ھ) نے اپنے سفرنامہ میں مسجدِ اقصیٰ کی زیارت پر لکھا ہے کہ:

۱۔ مقدمہ ابنِ خلدون، ص ۳۸۹۔ ۲۔ ایضاً، ص ۳۹۰۔

۳۔ شام کی مشہور نہر ہے، زیدانی سے نکلتی ہے اور دارالحکومت دمشق اور نواحی مقام غوطۂ دمشق کو سیراب کرتی ہوئی جھیل عتیبہ میں جا گرتی ہے۔ ۴۔ مختصر تاریخ عرب وتمدن اسلامی۔

''مسجد میں جست کے بنے ہوئے نل ہیں جن میں سے پانی بہہ کر فرش مسجد کے نیچے چٹانوں میں ترشے ہوئے حوضوں میں جمع ہوتا ہے۔ ان حوضوں میں پانی کی گزر گاہیں بنی ہوئی ہیں جن میں سے پانی کاریزوں کے ذریعے سقادوں میں تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ کاریزیں سربستہ ہیں اس لئے کوڑا کرکٹ گرنے سے پانی گدلا یا متعفن نہیں ہونے پاتا۔''

مسلمانوں کے زیرِ حکومت دوسرے ملکوں میں بھی اس قسم کے رفاہِ عامہ کے کاموں پر غیر معمولی توجہ دی گئی ہے اور خوش ذوقی کا ثبوت دیا گیا ہے، جس سے عام شہریوں کو سہولت میسر ہونے کے ساتھ حفظانِ صحت کا بھی مقصد حل ہو جاتا تھا۔ سیاح ناصر خسرو نے میافارقین (ایران) کی خوش نما جامع مسجد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مسجد کی وضوگاہ کی جانب چالیس استنجا گاہ بنی ہوئی ہیں جن کے آگے اونچی اور نیچی بڑی بڑی پانی کی نالیاں بنی ہوئی ہیں۔ ایک اوپر کی جانب کھلی ہوئی ہے تاکہ اس کا پانی طہارت کے لئے استعمال کیا جا سکے اور دوسری زمین دوز ہے اور غلاظت کو بہانے کے لئے ہے۔''

یہی سیاح مسجد آمد کی توصیف میں لکھتے ہیں:

''اس کی وضوگاہ نہایت حسین وجمیل اور صنعت کاری کا بے مثال نمونہ ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی خوبصورت چیز دیکھنے میں نہیں آئی۔''

طرابلس الشام(۱) کے ایک بازار کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے:

''بازار کے اندر پانی کی ایک بہت بڑی سبیل بنی ہوئی ہے، جس میں پانچ ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان سے اس قدر کثرت سے پانی نکلتا ہے کہ تمام لوگ بخوبی اپنی ضرورت پوری کر لیتے ہیں۔''

عصام الدین ابن دقماق نے مصر کے خاندانِ طولون کے ایک وزیر کے متعلق لکھا ہے کہ ''۳۰۳ھ یا ۳۰۴ھ میں اس کے پاس صرف محکمۂ آب رسانی کی وزارت کا قلمدان تھا۔'' (۲)

۱۔ آجکل طرابلس الشام لبنان کا دوسرا بڑا شہر ہے، بندرگاہ ہے، عراق کی پٹرول پائپ لائن اسی شہر میں آکر ختم ہوتی ہے۔

۲۔ الانتصار لواسطۃ عقد الامصار، ج ۴، ص ۵۶۔

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

حال ہی میں فسطاط(۱) کی کھدائیوں سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مصر کا یہ اولین اسلامی شہر بڑی فراوانی کے ساتھ صحت افزاء وسائل سے بہرہ مند تھا۔ ان کھدائیوں کے نگران مشہور ماہرینِ آثارِ قدیمہ علی بک بہجت مرحوم اور موسیو البرٹ جبریل نے اپنے اکتشافی آرٹیکل میں لکھا ہے:

''فسطاط میں صحت افزاء اشیاء اس قدر عمومیت اور کثرت سے برآمد ہوئی ہیں کہ ان سے بآسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس شہر میں مسلمانوں نے پبلک ہیلتھ پر غیر معمولی توجہ دی ہے۔ہمیں کھدائیوں میں ایسا کوئی گھر نہیں ملا ہے جس میں غسل خانہ اور بیت الخلاء کی مسقّف نالی نہ ہو۔ یہ نالی گھر کا تمام پانی جمع کر کے باہر حوضوں تک پہنچاتی ہے۔(۲)

ان ماہرین نے اپنے آرٹیکل میں پوری تفصیل کے ساتھ اس شہر کے لیٹرین سسٹم، اور غسل خانوں کے نظام کو بیان کیا ہے۔شہر میں آبِ رسانی کے نظم ونسق پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے محفوظ کنوؤں، چوبچوں، پائپ لائنوں،فواروں اور ہاتھ دھونے کے حوضوں کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی حکمرانی کے ابتدائی دور میں ہی فنِ تعمیر اور انجینئر نگ نے خوب ترقی کر لی تھی۔ اس ترقی کا راز دراصل مسلمانوں کا ذوقِ نفاست وطہارت تھا جو اسلام کے پاکیزہ نظام نے ان کی فطرت میں ودیعت کر رکھا تھا۔

مذکورہ بالا ماہرینِ آثار نے اپنے مضمون میں بیروت کی فرانسیسی یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ایک مخطوطے سے فسطاط کے محکمۂ احتساب کا ایک انتہی فرمان بھی نقل کیا ہے۔ یہ فرمان محکمہ کی جانب سے شہری عوام کے نام ہے۔فرمان کا ملخص یہ ہے:

''ازروئے قانون کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ راستوں اور گزرگاہوں پر ایسی چیزیں بنائے جو راہگیروں کے لئے موجب اذیت ہوں۔ یا انھیں نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

۱۔ یہ مصر میں مسلمانوں کا سب سے پہلے آباد کردہ شہر کا نام ہے۔اسے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آباد کیا تھا۔ یہ قاہرہ اور قدیم مصر کے درمیان واقع ہے۔آج کل اس کا نام البابہ ہے۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہاں جو مسجد بنوائی تھی وہ اب تک موجود ہے، بلکہ حال ہی میں اسے مرمت کر کے نہایت خوبصورت بنا دیا گیا ہے۔

۲۔ حضریات الفسطاط،ص ۱۰۶۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

جیسے گرمیوں کے زمانے میں سڑکوں کی جانب گندی نالیوں کا رخ کر دینا۔ اسی طرح جو لوگ شہر کے باہر کوڑا کرکٹ اور کھاد کے ڈھیر لگانا چاہیں ان کو لازم ہے کہ وہ باہر گڑھے کھود لیں اور ان میں کوڑا کرکٹ ڈال کر اوپر سے ان کو بند کر دیں، تاکہ ان کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور بیماری کے جراثیم انڈے بچے نہ دینے لگیں۔ نیز ایسے گڑھے پانی کے گھاٹوں کے آس پاس نہ کھودے جائیں اور نہ آب کشی کے تالابوں میں کوڑا کرکٹ اور کھاد ڈالا جائے۔" (۱)

مسلمانوں کے ذوقِ نفاست کے بارے میں یہ مثالیں مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ورنہ تاریخ و آثار اور فقہاء کی کتابوں سے لاتعداد ایسی مثالیں دستیاب ہوتی ہیں جن سے اسلامی سوسائٹی کے اندر حفظانِ صحت کے اصول و قواعد کی مقبولیت اور پابندی کے حیرت انگیز ثبوت فراہم ہوتے ہیں۔

تعمیر مکان میں ہمسائے کے حقوق کی رعایت:

مکان کی تعمیر اور نقشہ بندی کے سلسلے میں شریعت نے لوگوں کو مطلق العنان نہیں چھوڑا ہے، بلکہ چند اخلاقی حدود کا پابند کیا ہے۔ پیچھے ہم علامہ ابن حزم کے یہ الفاظ نقل کر آئے ہیں کہ مکان ایسا کھلا اور بے پردہ نہیں ہونا چاہئے کہ گزرنے والوں کی نگاہیں اس کے اندر بلا روک پڑتی رہیں۔ اسی طرح شریعت نے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ مکان سے ہمسائے کو ضرر نہیں پہنچنا چاہئے۔ مکان کی اونچائی میں ہمسائے کی رضامندی کا شامل ہونا ضروری ہے۔ ایک بار صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک پڑوسی کے دوسرے پڑوسی پر کیا حقوق ہیں؟ آپ نے ہمسائے کے جو حقوق بیان فرمائے ان میں سے ایک حق یہ بھی فرمایا: ہمسائے کا یہ بھی حق ہے کہ تم اپنی عمارت کو ہمسائے کی خوشنودی اور منشاء کے بغیر اس کے مکان سے اونچا نہ لے جاؤ۔" شارع علیہ السلام کے اس ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ مکانات کی تعمیر میں اس امر کو بنیادی طور پر ملحوظ رکھا جائے کہ اس کا نقشہ ایسا ہو کہ اس سے اردگرد کے گھروں کی پردہ دری ہونے کی نوبت نہ آنے پائے۔ مکان کے دروازوں اور دریچوں کے رخ متعین کرنے میں بھی یہ اہتمام کرنا ضروری ہے۔

۱۔ حضریات الفُسطاط، ص ۱۰۶، ۱۱۱۔

انسانی صحت اور راحت کے بارے میں فقہ کا نظریہ:

موجودہ زمانے میں محکمۂ صحت وصفائی کی اصطلاح میں جن مکانوں کو ''مضرِ صحت'' اور ''مخلِ راحت'' قرار دیا جاتا ہے، ان کے بارے میں اسلامی حکومت کا نظام بھی وہی سلوک اختیار کرتا ہے جو موجودہ بلدیاتی اداروں کے قواعد وضوابط کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ موجودہ قواعد وضوابط صرف تخریب سے تعلق رکھتے ہیں، مگر اسلام کے قواعد وضوابط تخریب اور تعمیر دونوں پہلوؤں پر متوازی عمل درآمد کرنے کی ہدایت کرتے ہیں، یعنی شریعت اسلامی کی رو سے شہری نظم ونسق کا کوئی ادارہ اگر کسی عمارت کو مضرِ صحت اور آرام میں خلل انداز قرار دیتا ہے تو اس کا فیصلہ صرف اسے گرادینے یا اس میں کسی ترمیم وتبدیلی کے احکام جاری کر دینے تک نہیں ہوتا، بلکہ وہ ادارہ عمارت کے مالک کو متبادل جگہ دینے کا ذمہ دار ہوگا اور نئے مکان میں آباد ہونے کے لئے مناصب امداد دینے کا بھی ضامن ہوگا۔ اب ہم آپ کے سامنے فتاویٰ القریہ(۱) میں سے اس طرح کے مکانوں کے بارے میں چند مثالیں نقل کرتے ہیں، جن سے فقہ اسلامی کا رجحان معلوم ہو جاتا ہے۔ ان مثالوں میں اگرچہ فقہاء کے مابین کچھ نہ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم مجموعی طور پر ان سے فقۂ اسلامی کا عمرانی نقطۂ نگاہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

> ''باغوں اور پارکوں میں (جنھیں قدیم اصطلاح میں حیطان کہا جاتا تھا اور اس وقت ان کی حیثیت مراکزِ صحت وتفریح کی ہوتی تھی) تنور لگانا، بیکری کھولنا، آٹا پیسنے کی چکی نصب کرنا، لوہا یا اور کوئی دھات کوٹنے کے اڈے قائم کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص ریشم کے کیڑے پالتا ہے اور ان سے ریشم حاصل کرنے کے لئے گھر میں مشین نصب کرتا ہے، لیکن اردگرد کے ہمسائے دھوئیں سے اور کیڑوں کی بو سے تنگ ہیں تو اسے اپنے گھر میں اس کام سے روک دیا جائے گا۔(۲) اگر کسی شخص نے اپنے گھر میں حمام جاری کر رکھا ہے اور اس کا دھواں ہمسایوں کے لئے وجہِ مصیبت بن گیا ہے، تو ہمسایوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اسے حمام گری سے منع کر دیں۔ لوہار اور سنار اگر عشاء کے بعد طلوعِ فجر کے درمیانی عرصہ تک دھات کوٹنے کا کام کرتے ہیں اور اس سے

۱۔ انقرہ (ترکی) کے شیخ الاسلام محمد بن حسین کے فتاویٰ کا مجموعہ۔

۲۔ یہی حکم پولٹری فارم کھولنے پر منطبق ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

اہلِ محلّہ کی نیند خراب ہوتی ہے، تو انھیں قانوناً روکا جا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص نے گھر باڑی لگا رکھی ہے اور زمین شوریلی ہونے کی وجہ سے سیل کا اثر پڑوسیوں کے مکانوں کو گزند پہنچا رہا ہے (اور امکان ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو مکان کی بنیادیں ہل جائیں گی) تو اس شخص کو باڑی لگانے سے منع کیا جائے گا۔ کوئی شخص پڑوسیوں کی اذیت اور تکلیف کی صورت میں اپنی دکان کو اصطبل اور حمام نہیں بنا سکتا۔ اور نہ کسی شخص کو یہ اجازت ہوگی کہ وہ کپڑے اور روئی کے بازار میں تنور یا آتشیں مادے کی دکان کھولے۔ (۱)

شروع شروع میں مسلمان بڑی بڑی عمارتیں بنانے اور ان پر مسرفانہ خرچ کرنے کو ناپسند خیال کرتے تھے، لیکن بعد میں ضروریات کے تحت انھیں زمانے کے حالات کا ساتھ دینا پڑا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں عتبہ بن مروان اور ان کے ساتھیوں کے نام ایک خط لکھا اور ان کو پختہ اینٹ سے عمارت تعمیر کرنے کی اجازت دیتے ہوئے ہدایت کی: "پہلے میں تم لوگوں کے لئے اس طرح کی عمارتیں ناپسند کرتا تھا، لیکن اگر تم ایسی عمارتیں بنانے پر مصر ہو، تو یہ خیال رکھو کہ ان کی دیواریں چوڑی اور اونچی ہوں اور شہتیر قریب قریب فاصلے پر ہوں۔"

گزرگاہوں اور راستوں کی حفاظت:

گزرگاہوں اور راستوں کی صفائی اور توسیع پر فقۂ اسلامی خاص توجہ مبذول کرتی ہے۔ امام ابوالحسن ماوردی نے قاضی (مجسٹریٹ) کے اختیارات گنواتے ہوئے لکھا ہے کہ قاضی حکومت کے مصالح کا لحاظ رکھے، کسی شخص کو راستوں میں اور راستوں کے اردگرد کوئی عمارت وغیرہ نہ بنانے دے اور بلا استحقاق نصب کئے ہوئے سائبان اور عمارتیں منہدم کرا دے۔ اس سلسلے میں قاضی کسی مدعی کی نالش کے بغیر بھی بذاتِ خود اس کا انتظام کرے، چونکہ یہ حقوق اللہ میں شامل ہے، اس لئے اس میں مستغیث اور غیر مستغیث دونوں برابر ہیں، (لہٰذا قاضی خود اس کا لحاظ رکھے)۔

علامہ ماوردی نے امورِ منکرہ کی ذیل میں شوارع عامہ کی نگہداشت محکمۂ احتساب کے

۱۔ کپڑے اور روئی کے بازار میں آتشیں مادے کی دکان لگانے میں شریعت کی نگاہ میں جو قباحت پائی جاتی ہے اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے کراچی کے بوہری بازار کی آتش زدگی کا واقعہ سامنے رکھ لینا کافی ہے۔

کارکنوں کے فرائض میں شامل کی ہے، اور لکھا ہے کہ محتسب عام گزرگاہوں میں عمارت بنانے کی ممانعت کر دے خواہ گزرگاہ کشادہ ہو اور اگر کوئی بنائے تو اس کو منہدم کرا دے، چاہے وہ مسجد ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ راستے آمدورفت میں سہولت و آسائش کے لئے ہوتے ہیں، اس لئے نہیں ہوتے کہ لوگ سہولتِ عامہ کو نظرانداز کر کے ان میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔(۱)

شریعتِ اسلامی نے شوارعِ عامہ سے جمہور کے حقِ انتفاع کو اس کے پورے لوازم کے ساتھ تسلیم کیا ہے، چنانچہ اسلامی قانون میں یہ بات صاف طور پر مذکور ہے کہ راستہ کی زمین کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ اسے مسدود کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ اس کو باہم تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ کسی کی شخصی ملکیت ہو اور اس کے بنانے سنوارنے پر کافی رقم خرچ کی گئی ہو۔(۲) دکانوں کے چبوترے شارعِ عام کی جانب بڑھا دینے کی راہگیروں کے حقوق پر دست درازی اور تعدّی قرار دیا گیا ہے، اور محکمۂ احتساب کے کارپردازوں پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ ایسے تجاوزات کو فوراً مسمار کر دیں اور آئندہ کے لئے لوگوں کو اس قسم کی دست درازی سے سختی کے ساتھ منع کر دیں۔(۳) فتاویٰ النقریہ میں ہے کہ کوئی شخص راستہ کے درمیان ایسا چھتہ نہیں بنا سکتا جو راستہ کی سہولت میں خلل انداز ہوتا ہو اور اگر عامۃ المسلمین میں سے کوئی شخص اُٹھ کر چھتہ بنانے والے کو روکتا ہے اور اس سے جھگڑتا ہے تو یہ قانوناً جائز ہے، بلکہ اسے چھتہ گرا دینے کا بھی حق حاصل ہے۔ فتاویٰ النقریہ کی یہ عبارت بھی قابلِ ذکر ہے:

> ''تنگ راستوں میں جو شخص دکان لگا کر بیٹھتا ہے اور آنے جانے والوں کو مزاحم ہوتا ہے، تو ایسے دکاندار سے چیزیں خریدنا شرعاً ممنوع ہے۔ اسلئے کہ راستوں پر بلا عذر بیٹھنا مکروہ ہے۔ پس اگر ایسی دکان یا ریڑھی سے ٹھوکر کھا کر کوئی راہگیر گر جاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے تو وہ اس کی ہلاکت کا ضامن ہوگا۔ ایسے آدمی سے اشیاء خریدنے کا مطلب یہ ہوگا کہ معصیت کے کام پر اس کی حوصلہ افزائی اور اعانت کی جا رہی ہے۔''

۱۔ الاحکام السلطانیہ، ص ۲۲۴، راستے میں مسجد تعمیر کرنا درست نہیں ہے لیکن اگر مسجد پہلے سے تعمیر شدہ ہو تو پھر راستہ بنانے کی خاطر اسے منہدم کرنا درست نہیں ہے۔

۲۔ منیۃ المفتی لیوسف بن ابی سعید السجستانی (مسائل الطرق والابواب......)۔

۳۔ الشیرزی: کتاب نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ، ص ۱۱۔

اسلامی حکومت کا محکمۂ احتساب منجملہ دوسرے فرائض کے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام کے بارے میں اس پر عائد ہوتے ہیں۔ ایسے فرائض بھی انجام دینے کا ذمہ دار ہے جو آج کل میونسپلٹیاں اور بلدیاتی مجالس انجام دیتی ہیں۔ اس محکمہ کے کارکن پورے شہر میں گشت کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں شہری قواعد وضوابط کی خلاف ورزی دیکھے ہیں، اس کا موقعہ پر انسداد کرتے ہیں، چنانچہ اگر محتسب دیواروں اور مکانوں کی چھتوں کے اندر ایسے پرنالے لگے ہوئے پائے، جن کے گندے پانی کی چھینٹیں سڑک پر برستی ہوں اور راہ گیروں کو ملوث کرتی ہوں، تو اسے چاہئے کہ وہ صاحب خانہ کو حکم دے کہ وہ پرنالوں کو مسقّف کرے اور یا انھیں دیوار کے اندر اس طرح سے کھود کر بنائے کہ ان کا پانی گزرگاہ پر غلاظت کی بارش نہ کرتا رہے۔

بازاروں اور گلیوں کی صفائی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ **اماطة الاذی عن الطریق صدقة۔** (راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا بھی صدقہ ہے)۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایمان کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے چھوٹی شاخ راستوں سے اذیٰ کو زائل کرنا ہے، چنانچہ شارح علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص پھلدار درخت کے نیچے یا گزرگاہ پر یا نہر کے کنارے قضائے حاجت کرتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت برستی ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی کی بناء پر اسلامی معاشرے کے ہر فرد کی یہ روش ہوگئی تھی کہ وہ لوگوں کو گزرگاہوں پر کوڑا کرکٹ پھینکنے یا بول و براز کرنے سے منع کرتے تھے۔ بُستان العارفین کے مصنف مشہور فقیہ امام ابواللیث سمرقندی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ: ''کسی صاحبِ عقل کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جہاں سے لوگ گزرتے ہوں وہ وہاں تھوکے یا ناک صاف کرے اور لوگوں کے پاؤں کو گندہ کرنے کا موجب بنے۔'' ناصر خسرو ایرانی سیاح نے طرابلس الشام کے گھروں اور بازاروں کی نظافت و نفاست سے متاثر ہو کر لکھا ہے کہ نو وارد کو گمان ہوتا ہے کہ طرابلس الشام کا ہر گھر اور بازار آراستہ و پیراستہ محل ہے۔ یہ سیاح جب طرابلس الشام سے چل کر صیدا (جنوبی لبنان کا ایک شہر) پہنچا تو وہاں کے بازاروں کی صفائی، ستھرائی اور آراستگی دیکھ کر اسے وہم ہوا کہ اس غیر معمولی زیب و زینت کا اہتمام یا

تو بادشاہ کی آمد کی خاطر کیا گیا ہے یا کوئی خوشی کی تقریب ہے، لیکن جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ صفائی اور آراستگی اہلِ شہر کی طبیعت کا اقتضاء ہے، وہ اپنے شہر کو ہمیشہ اسی طرح آراستہ و پیراستہ رکھتے ہیں۔(۱)

ٹریفک کے اصول:

ٹریفک کے قواعد یہ ہیں کہ پیادہ راستے کے ایک جانب (فٹ پاتھ پر) چلے اور سوار راستے کے وسط میں۔ یہ پابندی شہر کے لئے ہے۔ اور اگر میدان یا صحرا ہو تو وسطِ شارع پیادہ کے لئے ہے اور دونوں کنارے سوار کے لئے۔ مستحب یہ ہے کہ پاپوش پہنے ہوئے شخص برہنہ پا کے لئے نرم اور صاف راستہ چھوڑ دے۔(۲) ابنِ بطوطہ نے اپنے سفرنامہ عجائب الاسفار میں لکھا ہے کہ دمشق کی گلیوں اور سڑکوں کے دورویہ پٹڑیاں تھیں۔ پیدل چلنے والے پٹڑیوں پر چلتے تھے اور سوار وسط میں۔(۳)

مقاماتِ عامہ کی حیثیت:

شریعتِ اسلامی کی رو سے پبلک مقامات مثلاً پل، سڑکیں، پارک، دروازے اور باغ کسی خاص فرد کی ملکیت نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کسی شہری کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان پر اپنی اجارہ داری قائم کر لے اور دوسروں کو ان سے متمتع ہونے سے روک دے۔ یہ مقامات منفعتِ عامہ کے لئے مشترک رہنے ضروری ہیں۔(۴)

دریاؤں کے ساحل اور نہروں کے کناروں کے بارے میں متقدمین کا اجماع ہے کہ ان پر کسی قسم کی شخصی عمارت بنانا ممنوع ہے۔ اس سے شریعت کا منشا یہ ہے کہ صحت افزاء اور تفریحی مقامات امیر و غریب تمام شہریوں کے لئے مشترک رہیں۔ مؤرخ ابنِ ایاس (متوفی: ۱۵۲۴ھ) نے تاریخ مصر ''بدائع الزہور فی وقائع الدھور'' میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جلال الدین سیوطی نے فتویٰ دیا تھا کہ دریائے نیل کے اندر جزیرۃ الروضہ کے ساحل پر کسی قسم کی عمارت تعمیر کرنا ناجائز ہے، اور امام شافعی کے مسلک میں اس کا جو جواز منقول ہے وہ غلط ہے۔ کتبِ شافعیہ میں اس کی صحت کا مطلقاً

۱۔ سفرنامہ ناصر خسرو۔
۲۔ بستان العارفین للامام ابواللیث سمرقندی، ص ۱۲۱
۳۔ سفرنامہ ابنِ بطوطہ، ص ۶۰، ج ۱۔
۴۔ مرشد الحیران، قدری پاشا، ص ۳۔

کوئی ثبوت نہیں ملتا۔(۱) مگر افسوس ہے کہ آج کل نیل کے تمام سواحل عیش پرست امراء اور اغنیاء کی شخصی ملکیت بن کر رہ گئے ہیں۔ اور ان کا وہ عمومی فائدہ جس سے تمام اہلِ شہر بہرہ ور تھے ان لوگوں کی اجارہ داری نے ختم کر دیا ہے۔

دیہاتی آبادی میں بستیوں کے اردگرد کی شاملات اراضی، چوپال، پڑاؤ اور کھلیان لگانے کے مقامات اسی حکم میں داخل ہیں، جو شہری آبادی میں راستوں، باغوں اور پارکوں کا ہے۔ کیونکہ دیہاتی آبادی کی ضروریات کو پورا کرنے اور افادۂ عام کے لحاظ سے ان کو وہی اہمیت حاصل ہے جو شہر کے تفریحی مقامات کی ہے۔ اس لئے گاؤں کی مذکورہ زمینوں پر موات (غیر آباد اراضی) کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ یہ عامر (آباد اراضی) کے تحت شمار ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ دیہی آبادی کے رفاہِ عامہ کے مقامات میں داخل ہے۔ (۲)

قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی طرزِ بود و باش:

ان تفصیلات کے بعد یہ بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے اوراق میں ہم نے اسلامی تاریخ کے جس دور کا ذکر کیا ہے اور جس دور کے مسلم معاشرے کے عمرانی اور تمدنی حالات کا مختصر جائزہ لیا ہے عین اس دور میں یورپ کی آبادیوں کا کیا حال تھا؟ چنانچہ ذیل میں ہم انگریز مؤرخ Draper کی کتاب ''معرکۂ مذہب و سائنس'' سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں اس نے قرونِ وسطیٰ میں (جو مسلم تاریخ کا سنہری دور شمار ہوتا ہے) یورپ کے شہروں کی حالت بیان کی ہے۔ ڈریپر لکھتا ہے:

> ''پورا براعظم تقریباً گھنے جنگلوں میں گھرا ہوا تھا۔ گندے پانی کے جوہڑوں اور جھیلوں نے شہروں اور بستیوں کو گھیر رکھا تھا جن سے بدبو کے بادل اُٹھ اُٹھ کر اوپر کو چڑھتے تھے اور لوگوں کے لئے موت کا پیغام لے کر نازل ہوتے تھے۔ پیرس اور لندن میں لوگ لکڑی، بُھس کے سنے ہوئے گارے اور بانسوں سے مکان بناتے تھے، جن میں کوئی کھڑکی یا روشن دان نہیں ہوتا تھا۔
>
> فرش فروش سے کوئی واقف نہ تھا۔ لوگ زمین پر پھوس بچھا کر گزارہ کرتے تھے۔ مکان

۱۔ بدائع الزہور، ج ۲، ص ۱۷۱۔ ۲۔ اللباب شرح مختصر القدوری، ص ۲۰۲۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

کے اندر دھوئیں کی چمنی لگانا کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ دھواں مکان کی چھت میں سے ایک سوراخ کے اندر سے اوپر نکلتا تھا، لیکن نکلنے سے پہلے مکان کے اندر پھیل کر مکینوں کو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کر دیتا تھا۔ عوام صفائی اور نظامت کے نام سے آشنا نہ تھے۔ جانوروں کی اوجھ، رودے اور سبزیوں کے چھلکے گھروں کے سامنے پھینک دیتے تھے اور وہ ایک ڈھیر کی شکل میں بدبو اور تعفن کا مخزن بنے رہتے تھے۔ مرد، عورتیں اور بچے ایک ہی کوٹھڑی میں سوتے تھے اور اکثر اوقات اسی کوٹھڑی میں گھر کے ڈھور ڈنگر بھی بندھے ہوتے تھے۔ اس شوروغل اور پراگندگی میں شرم و حیا اور فضیلت کا پنپنا محال تھا۔'' (۱)

مؤلف حیاتِ اجتماعی کی تصویر کشی کرتے ہوئے یہ بھی بتاتا ہے کہ آبادیوں میں پانی کے نالوں اور کھائیوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ لوگ گندگی کی بالٹیاں اور پانی کے برتن گھر کے اندر کھڑے ہوئے باہر انڈیل دیتے تھے اور اکثر راہ گیران کی لپیٹ میں آتے رہتے تھے۔ سڑکیں اور راستے بالعموم کیچڑ سے اَٹے ہوئے اور تنگ و تاریک ہوتے تھے۔

خوشخبری

اسکالرز اکیڈمی کی مطبوعات میں ایک شاندار اضافہ

سہ ماہی اَلمُحسِن کراچی

عنقریب منظرِ عام پر آرہا ہے

پتہ : اسکالرز اکیڈمی پوسٹ بکس 17887 گلشنِ اقبال کراچی

۱۔ Lescom bits De Science.